بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم　　　و علی عبدہ المسیح الموعود

"ہندوستان میں جہاد بالسیف کے بارہ میں اس زمانہ کے دوسرے علماء کے نظریات و فتاویٰ"

1- اہل حدیث کے مشہور عالم و راہنما سید نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں:-

"جبکہ شرط جہاد کی اس شہر میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت و معصیت ہوگا"

(فتاوی نذیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۷۲، ۴۷۴ مطبوعہ دلی پرنٹنگ پریس)

(فتاوی نذیریہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

2- i- اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:-

"اس شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف صفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو کوئی ایسی شوکت جمعیت حاصل ہے۔ جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ ۷۶)

ii- "مسلمان رعایا کو اپنی گورنمنٹ سے (خواہ وہ کسی مذہب یہودی، عیسائی وغیرہ پر ہو اور اس کے امن و عہد میں وہ آزادی کے ساتھ شعار مذہبی ادا کرتی ہو۔) لڑنا یا اس سے لڑنے والوں کی جان و مال سے اعانت کرنا جائز نہیں ہے۔ وبناء علیہ اہل اسلام ہندوستان کیلئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے"۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷ اکتوبر ۱۸۸۳ء)

iii- اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سودانی ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں"

(اقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ ۲۵ طبع اول وکٹوریہ پریس)

3- سید احمد رضاء خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:-

"ہندوستان دارالسلام ہے۔ اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں"۔ (نصرت الابرار صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ لاہور)

4- سید محمد اسماعیل صاحب شہید سے ایک شخص نے انگریزوں سے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ "ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ ان پر جہاد کیا جائے"۔

(سوانح احمدی صفحہ ۵۷ مرتبہ محمد جعفر تھانیسری)

5- خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی لکھتے ہیں:-

"انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں- نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کر سکیں- نہ ہمارے پاس سامان حرب ہے- ایسی صورت میں ہم لوگ ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے- رسالہ شیخ سنوسی صفحہ ۱۷

6- مفتیان مکہ کے فتاویٰ کے بارے میں شورش کاشمیری مدیر چٹان لکھتے ہیں-

"جمال دین ابن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ، احمد بن ذہنی شافعی مفتی مکہ معظمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ سے بھی فتاویٰ حاصل کئے گئے- جن میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا"- (کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۴۱ مولفہ شورش کاشمیری)

سید احمد شہید جس وقت سکھوں سے جہاد کرنے جارہے تھے تو کسی نے کہا کہ انگریزوں سے جہاد کیوں نہیں کرتے- آپ نے فرمایا- "سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے اور اذاں وغیرہ فرائض مذہبی کے ادا کرنے کے مزاحم ہو رہے ہیں- اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات موجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے- مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے- ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج مذہب کرتے ہیں- وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی..... پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں-"

(سوانح احمدی مرتبہ مولوی محمد جعفر تھانیسری صفحہ ۷۱، ۷۲)

7- نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

"جہاد بغیر شرائط شرعیہ کے اور بغیر وجود امام کے ہرگز جائز نہیں" (ترجمان وہابیہ صفحہ ۲۰)

8- سرسید احمد خاں صاحب لکھتے ہیں "مسلمان ہماری گورنمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کرسکتے تھے-"

(آسباب بغاوت ہند مولفہ سرسید احمد خان صاحب صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ ۱۸۵۸ء اردو اکیڈیمی سندھ)

9- مولوی مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں:-

"ہندوستان کی جماعت اہل حدیث ...... کے سرکردہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی..... نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا"

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صفحہ ۲۹)

10- جناب مولوی زاہد الحسینی کہتے ہیں- "آج کا دور جس دور میں کہ ہم جارہے ہیں یہ جہاد بالقلم کا

دور ہے۔ آج قلم کا فتنہ بڑا پھیل گیا ہے۔ آج قلم کے ساتھ جہاد کرنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے۔"

(ماہنامہ خدام الدین یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء)

۲۔ جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں۔
"ہمارے ہر اس شخص کو جسے اللہ تعالیٰ نے زبان و قلم سے کام لینے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اس معاملہ میں اپنا فرض پوری طرح انجام دینا چاہئے۔ یہ جہاد تلوار کے جہاد سے اپنی اہمیت میں کچھ کم نہیں ہے۔ (روزنامہ مشرق لاہور ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲)

جہاد اصغر اور جماعت احمدیہ کا کردار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد بالسیف یا جہاد اصغر کے التواء کا اعلان فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا "یہی جہاد (روحانی) ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔"
آپ کی وفات کے کافی عرصہ بعد پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد حالات تبدیل ہوئے تو اس کے متعلق جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جماعت کی پالیسی کے بارہ میں فرمایا:۔
"ایک زمانہ ایسا تھا کہ غیر قوم ہم پر حاکم تھی اور وہ غیر قوم امن پسند تھی۔ مذہبی معاملات میں وہ کسی قسم کا دخل نہیں دیتی تھی۔ اس کے متعلق شریعت کا حکم یہی تھا کہ اس کے ساتھ جہاد جائز نہیں۔" پھر فرماتے ہیں:۔ "اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ اب اگر پاکستان سے کسی ملک کی لڑائی ہو گئی تو حکومت کے ساتھ (تائید میں) ہمیں لڑنا پڑے گا۔ اور حکومت کی تائید میں ہمیں جنگ کرنی پڑے گی۔" پھر فرماتے ہیں۔ "جب کبھی جہاد کا موقعہ آئے..... ہمیں اپنے ملک اپنے اموال اور اپنی عزتوں کی حفاظت کیلئے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میدان میں سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہوں۔" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء صفحہ ۹، ۱۳، ۱۴)

واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ پاکستان کے ہر مشکل وقت میں احمدی مجاہدین نے شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے متعلق ایک کٹر مخالف لکھتا ہے۔
"میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کشمیر کمیٹی نے تندہی محنت، ہمت، جانفشانی اور بڑے جوش سے کام کیا اور اپنا روپیہ بھی خرچ کیا اور اس کی وجہ سے میں ان کی عزت کرتا ہوں۔" (تحریک قادیان صفحہ ۴۲)

قیام پاکستان کے معاً بعد کی کشمیر میں ہونے والی لڑائی میں احمدی مجاہدین نے "فرقان بٹالین" کی صورت میں بھرپور حصہ لیا۔ چنانچہ گلزار احمد صاحب فدا ایڈیٹر اخبار جہاد سیالکوٹ لکھتے ہیں۔

2- "فرقان بٹالین نے مجاہدین کشمیر کے شانہ بشانہ ڈوگرہ فوجوں سے جنگ کی اور اسلامیان کشمیر کے اختیار کردہ موقف کو مضبوط بنایا۔ (اخبار جہاد سیالکوٹ ۱۶- جون ۱۹۵۰ء)

3- میجر جنرل اختر حسین ملک صاحب ان کے بارے میں ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شاندار خدمات پر ہفت روزہ الفتح کراچی اپنے کالم احوال واقعی میں لکھتا ہے۔

"۱۹۶۵ء کی جنگ میں انہوں نے انتہائی دانشمندی، اعلیٰ ماہرانہ صلاحیتوں اور بہادری سے کام لیتے ہوئے دشمن کے چھکے چھوڑا دیئے...... فوجی ماہرین کا کہنا ہے اگر کمان اختر ملک کے پاس رہتی تو کشمیر فتح ہو گیا تھا۔ (الفتح ہفت روزہ کراچی ۱۳ تا ۲۰ فروری ۱۹۷۶ء صفحہ ۸)

4- جنرل عبدالعلی ملک :- یہ ملک اختر حسین کے بھائی ہیں۔ آپ کے متعلق الحاج عرفان راشدی داعی مجلس علمائے پاکستان یوں لکھتے ہیں۔

کر رہا تھا غازیوں کی جب کماں عبدالعلی　　تھا صفوں میں مثل طوفان رواں عبدالعلی

ہند کا وہ آتشیں طوفان مقابل اس کے وہ عزم و ثبات

ٹینک یوں گرتے گئے دشمن کے جیسے خشک پات　　جب ہوئی تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ

فتح پائی غازیوں نے کس طرح دنیا ہے دنگ　　یہ جگہ یہ دن یہ ساعت عالمی تاریخ میں

ثبت ہے اب درحقیقت عالمی تاریخ میں

5- میجر جنرل افتخار جنجوعہ شہید :- ۱۹۶۵ء میں رن کچھ میں اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں چھمب کے محاذ پر زبردست کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ چھمب افتخار آباد کے نام سے موسوم ہو کر آج بھی آپ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ (کتاب رن کچھ سے چونڈہ تک صفحہ ۳۵)

6- بریگیڈیئر ممتاز ہلال جرات :- ۱۹۷۱ء میں حسینی والا سیکٹر میں شجاعت کے باب روشن کرتے رہے۔

(امروز لاہور ۵- دسمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۱)

7- ریٹائرڈ ایئر مارشل ظفر چوہدری :- ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ان کی نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں ستارہ قائد اعظم دیا گیا۔ (امروز لاہور ۵- مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۳)

خلاصہ کلام یہ کہ دوسرے فرقے تو جہاد کے صرف دعوے کرتے ہیں لیکن دعویٰ ہی نہیں بلکہ جماعت احمدیہ ہر قسم کے جہاد میں شامل ہونے کے لحاظ سے نمایاں اور اعلیٰ اور منفرد مقام رکھتی ہے۔

اعتراض :- احمدیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے

حضرت بانی جماعت احمدیہ کی وہ تحریر جس کی بناء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ اور آپ کی جماعت

انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے وہ تحریر درج ذیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"بعض فاسد اور بد اندیش جو بوجہ اختلاف عقیدہ یا کسی اور وجہ سے مجھ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں یا جو میرے دوستوں کے دشمن ہیں۔ میری نسبت اور میرے دوستوں کی نسبت خلاف واقعہ امور گورنمنٹ عالیہ کے دل میں بدگمانی پیدا کردہ تمام جانفشانیاں پچاس سالہ میرے والد مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ اور میرے حقیقی بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی جن کا تذکرہ سرکاری چٹھیات اور سر لیپل گرفن کی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے۔ اور نیز میری قلم کی وہ خدمات جو میرے اٹھارہ سال کی تالیفات سے ظاہر ہے۔ سب کی سب ضائع اور برباد نہ جائیں اور خدانخواستہ سرکار انگریزی اپنے ایک قدیم وفادار اور خیر خواہ خاندان کی نسبت کوئی تکدر خاطر اپنے دل میں پیدا کرے۔ اس بات کا علاج تو غیر ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ بند کیا جائے کہ جو اختلاف مذہبی کی وجہ سے یا نفسانی حسد اور بغض اور کسی ذاتی غرض کے سبب سے جھوٹی مخبری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریز سے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔"

(اشتہار ۲۴۔ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالہ جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۹، ۲۰)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے خود کو خود کاشتہ پودا قرار نہیں دیا بلکہ آپ کا یہ فقرہ اپنے خاندان کے متعلق ہے۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے حکومت کی تعریف کیوں کی ہے؟ واضح رہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے عیسائی مذہب کی تعریف نہیں کی۔ بلکہ ان کے مذہب اور مصنوعی خدا کو مردہ ثابت کیا ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں۔

"خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی۔ سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے۔ اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو" (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

پھر فرمایا :- تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔" (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۵۸)

پھر فرمایا :- عیسویت ایک کمزور مذہب ہے۔ اس واسطے سائنس کے آگے فوراً گر گیا ہے لیکن اسلام طاقتور ہے یہ اس پر غالب آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ (ملفوظات جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۸۸)

انگریز کی تعریف کا پس منظر

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے انگریز حکومت کے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی ہے۔ اس کی وجہ یہ

ہے انگریز حکومت کے قیام سے قبل ہندوستان کے مسلمانوں خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کی حالت زار اس درجہ تک خراب ہو چکی تھی کہ ان کا کوئی بھی حق باقی نہیں رہا تھا اور سکھوں کی حکومت نے ایسے ایسے مظالم توڑے تھے کہ اس کی کوئی نظیر دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ اس جلتے اور دہکتے ہوئے تنور سے انگریزی حکومت نے آکر ہمیں نکالا۔ اور ہمارے جملہ حقوق بحال کئے۔ اسی بناء پر حضرت مرزا صاحب نے انگریز حکومت کے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی اور انسانی شرافت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ احسان کو احسان کے ساتھ یاد کیا جائے۔ مسلمانوں کی حالت زار کے بارے میں (جو سکھوں کے دور میں تھی) تلسی رام صاحب اپنی کتاب "شیر پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء میں لکھتے ہیں۔

"ابتداء میں سکھوں کا طریق غارت گری اور لوٹ مار کا تھا۔ جو ہاتھ میں آتا تھا لوٹ کر اپنی جماعت میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے سکھوں کو بڑی دشمنی تھی۔ اذان یعنی بانگ کی آواز بلند نہیں ہونے دیتے تھے۔ مسجدوں کو اپنے تحت میں لیکر ان میں گرنتھ پڑھنا شروع کر دیتے اور اس کا نام موت کڑا رکھتے تھے۔ اور شراب خور ہوتے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جہاں وہ پہونچتے تھے جو کوئی برتن مٹی استعمال کسی مذہب والے کا پڑا ہوا ان کو ہاتھ آجاتا۔ پانچ چھتر مار کر اس پر کھانا پکا لیتے تھے۔ یعنی پانچ جوتے اس پر مارنا اس کو پاک ہونا سمجھتے تھے"۔

(شیر پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۲ء)

اسی طرح "سوانح احمدی" (مولفہ محمد جعفر تھانیسری) میں حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا ایک بیان شائع شدہ ہے۔ جس میں سکھوں کے دور کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہم اپنے اثناء راہ ملک پنجاب میں ایک کنویں پر پانی پینے کو گئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ چند سکھنیاں (سکھوں کی عورتیں) اس کنویں پر پانی بھر رہی ہیں ہم لوگ دیسی زبان نہیں جانتے تھے ہم نے اپنے مونہوں پر ہاتھ رکھ کر ان کو بتلایا کہ ہم پیاسے ہیں۔ ہم کو پانی پلاؤ۔ تب ان عورتوں نے ادھر ادھر دیکھ کر پشتو زبان میں ہم سے کہا کہ ہم مسلمان افغان زادیاں فلانے ملک اور بستی کی رہنے والی ہیں یہ سکھ لوگ ہم کو زبردستی اٹھا لائے"۔ ("سوانح احمدی صفحہ ۲۴")

تعریف کی وجہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"پس سنو اے نادانو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کیلئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی"۔ (کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۷، ۱۲، ۱۵۔ دسمبر ۱۹۵۲ء)

پھر فرمایا:۔ "میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں۔ کیونکہ میں نے کسی صلہ اور انعام کی خواہش سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا"۔
(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۳۴۰)

پھر فرمایا:۔ "میں اس گورنمنٹ کو کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں انصاف اور ایمان کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کا شکریہ ادا کروں"۔ (تبلیغ رسالت جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۲۳)

کیا غیر مسلم عادل حکومتوں کی تعریف کا جواز موجود ہے؟

رسول پاک ﷺ نے بھی غیر مسلم بادشاہوں کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ نجاشی کے بارے میں فرمایا:۔

"لو خرجتم الی ارض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد وهی ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه" اگر تم لوگ سرزمین حبشہ کو چلے جاؤ (تو بہتر ہوگا) کہ وہاں کے بادشاہ کے پاس کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے جن میں تم ہو کوئی کشائش پیدا کردے۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد اول ذکر الهجرة الاولى الى ارض الحبشة)

شیعہ عالم علی حائری اپنی کتاب "موعد تحریف قرآن" صفحہ ۶۸ میں فرماتے ہیں:۔

"پیغمبر اسلام علیہ والہ السلام نے نوشیرواں عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح اور فخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے"۔ موعد تحریف قرآن صفحہ ۶۸

انگریزوں کے بارے میں علامہ اقبال کے خیالات

ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر آپ نے ایک مرثیہ لکھا اس میں فرماتے ہیں۔

میت اٹھی ہے شاہ کی تعظیم کیلئے اقبال اڑ کے خاک سرِ رہ گزار ہو
صورت وہی ہے نام میں رکھا ہوا ہے کیا دیتے ہیں نام ماہ محرم کا ہم تجھے!
کہتے ہیں آج عید ہوئی ہے ہوا کرے اس عید سے تو موت ہی آئے خدا کرے

(باقیات اقبال ۷۳، ۷۶ مرتبہ سید عبدالواحد معینی ایم۔اے آکسن، آئینہ ادب، چوک مینار، انار کلی، لاہور)

علامہ اقبال نے تعریف کرکے یہاں تک بس نہیں کہ بلکہ انگریزوں کو سایہ خدا کہا ہے۔ لکھتے ہیں۔

اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایہ خدا اک غمگسار تیرے مکینوں کی تھی، گئی
ہلتا ہے جس سے عرش یہ رونا اسی کا ہے زینت تھی جس سے تجھ کو جنازہ اسی کا ہے۔

اہل حدیث اور دیو بند علماء کی نظر میں انگریزی حکومت :-

مولانا نذیر احمد دہلوی فرماتے ہیں:-

"پیارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی اجنبی حاکم اس پر مسلط رہے جو نہ ہندو ہو نہ مسلمان ہو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو (انگریز ہی نہیں جو بھی مرضی ہو یورپ کا ہو سہی) مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اسکی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے" (مجموعہ لیکچرز مولانا نذیر احمد دہلوی صفحہ ۴، ۵ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

پھر فرماتے ہیں:- کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق"
(مجموعہ لیکچرز مولانا نذیر احمد دہلوی صفحہ ۱۹)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور انگریز

"سلطان روم ..... ایک اسلامی بادشاہ ہے لیکن امن عامہ اور حسن انتظام کے لحاظ سے "مذہب سے قطع نظر) برٹش گورنمنٹ بھی ہم مسلمانوں کیلئے کچھ کم فخر کا موجب نہیں ہے اور خاص گروہ اہل حدیث کیلئے تو یہ سلطنت بلحاظ امن و آزادی اس وقت کی تمام اسلامی سلطنتوں (روم۔ ایران خراسان) سے بڑھ کر فخر کا محل ہے"۔ (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۹۲ جلد نمبر ۴)

پھر فرماتے ہیں:-

"اس امن و آزادی عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیث ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں"۔ (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰، صفحہ ۲۹۳ جلد نمبر ۴)

مولانا ظفر علی خان اور انگریز

"مسلمان ...... ایک لمحہ کیلئے بھی ایسی حکومت سے بد ظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے (یعنی انگریزوں سے ...... ناقل) ...... اگر کوئی مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرات کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں"۔ (اخبار زمیندار لاہور ۱۱۔ نومبر ۱۹۱۱ء)

"اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کیلئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے"۔ (اخبار زمیندار لاہور ۲۳۔ نومبر ۱۹۱۱ء)

پھر نظم کی صورت میں فرماتے ہیں:-

جھکا فرط عقیدت سے میرا سر ہوا جب تذکرہ کنگ ایمپرر کا

جلالت کو ہے کیا کیا ناز اس پر کہ شہنشاہ ہے وہ بحر و بر کا
زہے قسمت جو ہو اک گوشہ حاصل ہمیں اس کی نگاہ فیض اثر کا!

(اخبار زمیندار لاہور ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

وہابی انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں

شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان لکھتے ہیں:۔

"انگریز کے اولی الامر ہونے کا اعلان کیا اور فتویٰ دیا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے۔ انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا کچھ دنوں بعد ایک مذہبی تحریک بن گیا" (چٹان لاہور ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۶۲ء شمارہ نمبر ۴۲)

پھر مدیر طوفان ملتان لکھتا ہے:۔

"انگریزوں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ تحریک نجدیت کا پودا (یعنی اہل حدیث جسے وہابی تحریک یا تحریک نجدیت بھی کہتے ہیں) ہندوستان میں بھی کاشت کیا اور پھر اس وقت اسے اپنے ہاتھ سے ہی پروان چڑھایا"۔ (طوفان ۷۔ نومبر ۱۹۶۲ء)

انگریزوں سے جاگیریں کسے ملیں؟

حضرت بانی جماعت احمدیہ کو انگریزوں کی طرف سے کوئی جاگیر نہیں ملی تھی۔ بلکہ انگریز حکومت نے تو آپ کے خاندان سے وہ بھی جائیدادیں چھین لیں جو آپ کے آباء و اجداد کی تھیں۔ اس خاندان کے ساتھ جو انگریز حکومت نے سلوک کیا اس کا ذکر "پنجاب چیفس" میں درج ہے۔

"پنجاب کے الحاق کے وقت اس خاندان کی تمام جاگیریں ضبط کرلی گئیں۔ کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔ سوائے (چند گاؤں کے) دو تین گاؤں پر مالکانہ حقوق تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے بھائیوں کیلئے سات سو روپے کی ایک پنشن مقرر کردی گئی"۔ (پنجاب چیفس صفحہ ۴۱ عنوان گورداسپور ڈسٹرکٹ)

اس کے برعکس جو انگریز حکومت کی طرف سے علماء پر نوازشات تھیں وہ بلاوجہ نہیں تھیں بلکہ ان تعریفوں کے نتیجہ میں انہیں جاگیریں ملی تھیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو انگریز کی خوشامد کے نتیجہ میں چار مربع زمین الاٹ ہوئی اور علامہ اقبال "سر" بن گئے۔ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کی جماعت اہل حدیث ..... کے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی ..... نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا .... جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریز سے انہیں جاگیر بھی

ملی تھی"۔

(کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک صفحہ ۲۹

مولوی محمد حسین بٹالوی کا اعتراف

"اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلوائی ہے چار مربع ہے از انجملہ دو مربعوں کی کاشت زمین انتظام کا اختیار حافظ عبدالشکور اور اس کے بھائیوں کے سپرد رہے۔ دو مربعوں کی کاشت وغیرہ کا اختیار عبدالرشید اور اس کے بھائیوں کے سپرد رہے"۔ (اشاعۃ السنہ صفحہ ا نمبرا جلد ۱۹)

اگر حضرت بانی جماعت احمدیہ اور آپ کی جماعت انگریز کا خود کاشتہ پودا تھی تو؟

☆ حضرت بانی جماعت احمدیہ کو حکومت کا باغی مولوی صاحبان کیوں قرار دیتے رہے اور افسران بالا کو آپ کے خلاف کیوں ابھارتے رہے۔

☆ انگریز حکومت نے کیوں نہ ایسی باتیں سکھلائیں جن سے گورنمنٹ کی تائید ہوتی۔

☆ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے کیوں انگریزی حکومت کے خدا کو مارا بلکہ زندہ رہنے دیتے۔

☆ حضرت بانی جماعت احمدیہ کیوں پادریوں سے مباحثے کرتے رہے اور انہیں ہر جگہ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

☆ حضرت بانی جماعت احمدیہ پر کیوں جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور آپ کو عدالتوں میں کیوں لایا گیا۔

☆ امرتسر کے ڈی۔ سی۔ اے مارٹینو نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے خلاف قاعدہ وارنٹ گرفتاری کیوں جاری کیا۔

☆ قادیان جانے والوں اور حضرت بانی جماعت احمدیہ سے ملنے والوں کے نام کیوں نوٹ کرتے تھے اور خفیہ رپورٹیں کیوں حاصل کی جاتی تھیں۔

☆ جب سر ڈگلس صاحب گورداسپور آئے تو پادریوں نے انہیں بار بار کیوں کہا کہ مرزا غلام احمد ہمارے دین کی ہتک کرتا ہے۔ اسے کسی نہ کسی طرح ضرور سزا ملنی چاہئے۔

☆ مقدمہ قتل میں پادری ڈاکٹر کلارک حضرت بانی جماعت احمدیہ کی مدد کرتا لیکن اس نے مخالفت کی اور اس کی تائید مولوی محمد حسین بٹالوی نے کی۔

کیا یہ ایجنٹوں والا سلوک ہے۔ کیا خود کاشتہ پودا کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز

نہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک ہوتا ہے۔ انہیں ہر قسم کی سہولتیں ملتی ہیں اور دولت دی جاتی ہے اور ان کی ہر ضرورت زندگی کو مد نظر رکھ کر پورا کیا جاتا ہے۔ مگر حضرت بانی جماعت احمدیہ اور آپ کی جماعت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا بلکہ دشمنوں والا سلوک کیا گیا ہے۔

"احمدیت خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے"

حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بد قسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ .... اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کیلئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے .... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا ...... جس طرح خدا نے پہلے ماموروں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموروں کے آنے کیلئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو"۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲-۱۳)

اعتراض :۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (علیہ السلام) نے لکھا ہے کہ :۔

آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے" اس تحریر سے مرزا صاحب نے آنحضور ﷺ کی ہتک کی ہے۔

جواب:۔ اول یہ کہ یہ محض بد ظنی ہے اور قرآن کریم ہمیں اس سے روکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "یا ایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم" (سورۃ الحجرات : ۱۳)
یعنی اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچتے رہا کرو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ بن جاتے ہیں۔
دوسرے یہ کہ اس مذکورہ بالا عبارت میں اور اس کے سیاق و سباق میں شک کا مضمون چل رہا ہے اور

شک کبھی بھی یقین کے مقابل پر کام نہیں دے سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ "ان الظن لا یغنی من الحق شیئا" (سورۃ النجم : ۲۹) یعنی وہم حق کے مقابل میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

مفتی عزیز الرحمان دیوبندی سے دریافت کیا گیا کہ کسی کھیت کا اگر کچھ حصہ خنزیر وغیرہ کھا جائے تو باقی کا کھانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ "کھانا اس کا جائز ہے لعدم الیقین و عموم البلوی" (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ ۲۱۰)

مراد یہ کہ شک کی بناء پر فصل کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ پس قرآن کریم ہمیں زیادہ شکوک و شبہات میں پڑنے سے منع فرماتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد اب مرزا صاحب کی اصل تحریر درج کی جاتی ہے۔

آپ نے منشی محمد حسین صاحب کلرک دفتر سرکاری وکیل لاہور کے خط کے جواب میں لکھا:۔

"آپ اپنے گھر میں سمجھا دیں کہ اس طرح شک و شبہ میں پڑنا بہت منع ہے۔ شیطان کا کام ہے۔ جو ایسے وسوسے ڈالتا ہے۔ ہرگز وسوسہ میں نہیں پڑنا چاہئے۔ گناہ ہے اور یاد رہے کہ شک کے ساتھ غسل واجب نہیں ہوتا۔ اور نہ صرف شک سے کوئی چیز پلید ہو سکتی ہے۔ ایسی حالت میں بے شک نماز پڑھنا چاہئے اور میں انشاء اللہ دعا بھی کروں گا۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب وہمیوں کی طرح ہر وقت کپڑہ صاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اگر کپڑہ پر منی گرتی تھی تو ہم اس منی خشک شدہ کو صرف جھاڑ دیتے تھے۔ کپڑہ نہیں دھوتے تھے۔ ایسے کنواں کے پانی پیتے تھے جس میں حیض کے لتے پڑتے تھے۔ ظاہری پاکیزگی کی معمولی حالت پر کفایت کرتے تھے۔ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھالیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ اصول یہ تھا کہ جب تک یقین نہ ہو ہر ایک چیز پاک ہے۔ محض شک سے کوئی چیز پلید نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شیر خوار بچہ کسی کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس کپڑے کو دھوتے نہیں تھے محض پانی کا ایک چھینٹا اس پر ڈال دیتے تھے اور بار بار آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ روح کی صفائی کرو۔ صرف جسم کی صفائی اور کپڑے کی صفائی بہشت میں داخل نہیں کرے گی اور فرمایا کرتے تھے کہ کپڑوں کے پاک کرنے میں وہم سے بہت مبالغہ کرنا اور وضوء پر بہت پانی خرچ کرنا اور شک کو یقین کی طرح سمجھ لینا یہ سب شیطانی کام ہیں اور سخت گناہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی مرض کے وقت میں اونٹ کا پیشاب بھی پی لیتے تھے۔"

(الفضل ۲۲۔ فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹ نمبر ۶۴ جلد نمبر ۱۱)

حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر سے اول:۔ خود بخود مذکورہ بالا الزام کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ کہیں بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ باوجود صحیح اور یقینی طور پر معلوم ہونے کے حضور ﷺ نے وہ پنیر استعمال فرمایا۔ بلکہ یہ تحریر فرمایا کہ پنیر کے متعلق صرف مشہور تھا۔

دوم:۔ قرآن کریم اہل کتاب کے کھانے حلال قرار دیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ قطعی طور پر ان

میں کوئی حرمت والی چیز معلوم ہو۔ مثلاً مردار۔ خنزیر کا گوشت وغیرہ چنانچہ فرماتا ہے۔ "طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" (سورۃ المائدہ : ۶) یعنی تمہارے لئے ان لوگوں کا (پکا ہوا) کھانا جنہیں کتاب دی گئی تھی حلال ہے۔

علام محمد بن عبد الباقی الزرقانی لکھتے ہیں:-

"عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما فتح مکۃ رای جبنۃ فقال ماھذا فقالوا طعام یصنع بارض العجم۔ فقالوا اضعوا فیہ السکین وکلوا و روی احمد و البیہقی عنہ۔ اتی صلی اللہ علیہ وسلم بجبنۃ فی عزوۃ تبوک فقال این صنعت ھذہ قالوا بفارس و نحن نری ان یجعل فیھا میتۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا۔ وفی روایۃ ضعوا فیھا السکین واذکروا اسم اللہ تعالی وکلوا۔ قال الخطابی اباحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ظاہر الحال ولم یمتنع من اکلہ۔ (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۲۵) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ نے پنیر دیکھ کر فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا یہ کھانا ہے۔ جو عجمی علاقہ میں تیار کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس میں چھری رکھو اور اسے کھاؤ۔ (یعنی چھری سے کاٹ کر کھاؤ .... ناقل) احمد اور البیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں غزوہ تبوک میں پنیر پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا یہ کہاں تیار ہوا ہے صحابہ نے عرض کی فارس میں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ اس میں مردار ڈالا جاتا ہے (یعنی مردار کی چربی ..... ناقل) حضور ﷺ نے فرمایا کھاؤ اور ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا اس میں چھری رکھو اور اللہ کا نام لیکر کھاؤ۔ ان حدیثوں کی بناء پر خطابی نے کہا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس پنیر کو اس کی ظاہری حالت کی بناء پر مباح (جائز) ٹھہرایا۔ اور اس کے کھانے سے ممانعت نہیں فرمائی۔

"وکان علیہ الصلوۃ والسلام یراعی صفات الاطعمۃ و طبائعھا" یعنی حضور ﷺ کھانے کے رنگ و بو اور ظاہری شکل و صورت کا خیال رکھتے تھے۔ زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۵

حضرت مرزا صاحب نے پنیر کے متعلق "مشہور" ہونے کا لفظ استعمال فرمایا ہے جبکہ اسی قسم کے الفاظ فتح المعین شرح قرۃ العین میں زیر عنوان باب الصلوۃ زیر قاعدہ مہمہ مطبوعہ مصر مولفہ ۹۸۲ھ میں لکھا ہے:-

"وجوخ اشتھر عملۃ بلحم الخنزیر و جبن شامی اشتھر عملۃ بانفحۃ الخنزیر وقد جاءہ صلی اللہ علیہ وسلم جبنۃ من عندھم ولم یسئل عن

ذالک "یعنی جوخ کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے بنانے میں سور کی چربی استعمال ہوتی ہے۔ اور شامی پنیر کے متعلق مشہور تھا کہ مائع سور (چربی وغیرہ) سے بنایا جاتا ہے رسول کریم ﷺ کے پاس ان کے پاس سے (شام) پنیر آیا پس حضور ﷺ نے اس سے کھالیا اور اس کی بابت کچھ نہ پوچھا۔

اسی طرح رسالہ "اظہار حق" درباب "جواز طعام اہل کتاب" شائع کردہ خان احمد شاہ صاحب قائم مقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہوشیار پور مطبوعہ اتالیق ہند لاہور صفحہ ۱۶ جس پر مولوی سید نذیر حسین دہلوی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ مولوی عبدالحکیم کلدنوری۔ مولوی غلام علی قصوری اور دیگر علماء ہند کے دستخط و مواہیر ثبت ہیں۔ اس رسالہ میں فتح المعین کی شرح قرۃ العین کی مذکورہ بالا عبارت نقل کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ ان اصحاب کے نزدیک بھی جب تک قطعی طور پر کسی چیز کے حرام ہونے کا کوئی ثبوت نہ ملے اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریر اور دوسرے حوالہ جات کی روشنی میں یہ کہنا غلط ہے کہ یہ ہتک رسول ہے۔ اگر یہ ہتک رسول کی بات ہے تو یہ الزام سیدنا حضرت مسیح موعود پر نہیں آتا بلکہ ان بزرگوں پر آئے گا جنہوں نے آپ سے پہلے ایسا تحریر فرمایا۔

اعتراض :- لہ خسف القمر المنیر وان لی- غسا القران المشرقان اتنکر

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضور ﷺ کیلئے چاند کو گرہن اور اپنے لئے دو چاندوں کے گرہن کے نشان ظاہر ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے اپنی فضیلت اور آنحضور ﷺ کی تنقیص ہوتی ہے۔

جواب :- یہ اعتراض حضرت مسیح موعود کی بے انداز تحریروں کے خلاف ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ ﷺ نے کی۔ ہرگز نہ کرسکتے ان میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبی ﷺ کو ملی تھی اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں"۔ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

پھر آپ حقیقت الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی ﷺ جس کا نام محمد ﷺ ہے (ہزاروں ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق

شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے۔ جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی"۔

اپنے منظوم کلام (جو کہ درثمین کے نام سے طبع شدہ ہے) میں آپ فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا	نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر	لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے	اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں	وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پھر عربی منظوم کلام آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں:۔

"انظر الی برحمة و تحنن   یا سیدی انا احقر الغلمان"

اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو احقر الغلمان کہا ہے کہ اے میرے محبوب آقا ﷺ میری طرف نظر شفقت فرما کیونکہ میں تیرے غلاموں میں سے بھی احقر ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شعر میں آنحضرت ﷺ کی بیان کردہ ایک پیشگوئی کا ذکر کیا ہے جو خسوف و کسوف کے نشان کے طور پر اپنے امام مہدی کے بارے میں پوری ہونے پر مشتمل ہے۔ اس پیش گوئی کا ذکر حدیث دار قطنی صفحہ ۱۸۸ میں ہے۔ یہ نشان ۱۸۹۴ء / ۱۳۱۱ھ میں رمضان کے مہینہ میں روز روشن کی طرح پورا ہوا۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا تھا کہ "ان لمھدینا ایتین" کہ ہمارے مہدی کیلئے دو نشان ظاہر ہوں گے (وہ نشان یہی ہیں جس کا تذکرہ مذکورہ بالا شعر میں کیا گیا ہے) چنانچہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق ان نشانوں کا ظاہر ہونا بذات خود آنحضور ﷺ کی صداقت کے نشان ٹھہرے۔ اس طرح پر آپ کے تین نشان ہوئے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آنحضور ﷺ کیلئے ایک اور اپنے لئے دو نشانوں کا تذکرہ کیوں کیا۔ دراصل اس شعر میں حضور نے صرف اس قدر بتایا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی صداقت ایک نشان سے ثابت ہو جاتی ہے تو میری صداقت دو نشانوں سے کیوں ثابت نہیں ہو سکتی۔ آپ کا مقصد فضیلت بیان کرنا نہیں بلکہ آپ تو فرماتے ہیں:۔ "جو کچھ ہماری تائید میں نازل ہوتا ہے دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵)

حضرت مسیح موعود پھر فرماتے ہیں:-

"سو میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہونچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

"بعض افراد امت محمدیہ کو جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفّی شیشہ کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول ﷺ کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ﷺ ہی ہوتا ہے"۔ (براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۲۵۸)

الزامی جواب

اگر حضرت مرزا صاحب کے اس شعر سے واقعی فضیلت مراد ہے تو درج ذیل تحریر سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ فتدبروا:- حضرت بایزید۔ سطامیؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ:-

"گویا حق تعالیٰ بایزید کی زبان پر خود بات کرتا ہے اور وہ یہ کہ "میرا جھنڈا محمدی ﷺ جھنڈے سے بڑا ہے ...... جس طرح درخت سے انی انا اللہ کی آواز کا آنا جائز سمجھتے ہو۔ اسی طرح لوائی اعظم من لواء محمد۔ و سبحانی ما اعظم شانی میرا نشان نشان محمدی سے بڑا ہے اور میں پاک ہوں اور میری شان کیا ہے اعلیٰ ہے کا بایزید کے وجود کے درخت سے نکلنا جائز سمجھ لو"۔

(تذکرۃ الاولیاء فارسی صفحہ ۱۱۵ اردو ترجمہ صفحہ ۱۶۳)

پس حضرت مرزا صاحب پر یہ افتراء ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی فضیلت ظاہر کی ہے۔

اعتراض :- حضرت مسیح موعودؑ نے نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ :-

"ان العدا صار وا خنازیر الفلا   و نساء ھم من دونھن الا کلب"

یعنی دشمن جنگل کے سور اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔ اس شعر میں خطاب مسلمانوں کو کیا گیا ہے۔

جواب :- اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ آنحضور ﷺ کے دشمنوں کو مخاطب کیا ہے۔ چنانچہ اس شعر سے اگلے بیت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

"سبوا وما ادری لای جریمۃ۔ سبوا انعصی الحب او نتجنب" (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں (رسول کریم ﷺ) کو اور میں نہیں جانتا کہ آپ کے کس جرم کی پاداش میں ایسا کیا گیا ہے۔ مگر ان کی گالیوں کی وجہ سے کیا ہم اپنے محبوب آقا ﷺ کو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔

مسلمان تو آنحضور ﷺ کو گالیاں نہیں دیتا۔ اس سے یقیناً وہی شخص مراد ہیں جنہوں نے آنحضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ جواباً اظہار حق کیلئے سخت الفاظ کا استعمال منع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں دشمنان آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے :-

"وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبدالطاغوت اولئک شر مکانا"
(المائدہ : ۶۱)

"ان الذین کفروا من اھل الکتاب و المشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا اولئک ھم شر البریۃ" (سورۃ البینہ آیت نمبر ۷)

اسی طرح بتوں اور ان کے بزرگوں کو حصب جھنم " (سورۃ الانبیاء : ۹۹) (انما المشرکون نجس) (سورۃ توبہ : ۲۹) اور "شر الدواب" (انفال : ۲۳) اور اسی طرح "عتل بعد ذالک زنیم" (سورۃ القلم : ۱۴) کہا گیا۔ لیکن ایسے تمام الفاظ گالی کے طور پر نہیں بلکہ اظہار واقعہ کے طور پر تھے اور ایسے مخالفین سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نہ تھے۔ بلکہ محض چند افراد تھے جن کی ریشہ دوانیاں منظر عام پر آچکی تھیں۔ بعینہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اول تو ان کو مخاطب ہی نہیں کیا۔ بفرض محال یہ تصور کر ہی لیا جائے تب بھی آپ کے چند اشد معاندین مراد ہیں نہ کہ عام صالح علماء۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"نعوذ باللہ من ھتک العلماء الصالحین و قدح الشرفاء المھذبین سواء کانوا من المسلمین او المسیحیین او الاریۃ۔ (لجۃ النور صفحہ ۶۷)

ترجمہ :- کہ ہم صالح علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ۔ پھر فرماتے ہیں :-

"لیس کلا منا ھذا فی اخیارھم بل فی اشرارھم". (الھدیٰ صفحہ ۶۸)

ترجمہ:- ہمارا یہ کلام شریر علماء کے متعلق ہے نیک علماء اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور ماموروین کے خلاف اشد معاندین ہی ہمیشہ گندی زبان استعمال کرتے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہر ہوتے ہیں ہمیشہ ان کیلئے رحمت کے طلبگار رہے اور ان کی ہدایت کیلئے دعا کرتے رہے۔ لیکن جب معاندین اپنی اشد ترین ایذادھی سے باز نہ آتے تو بالآخر ان کی حقیقت حال کا بیان کرنے کیلئے انبیاء بھی ان کے خلاف سخت الفاظ استعمال کرتے رہے۔ ایسے الفاظ ہرگز ہرگز گالی کا رنگ نہیں رکھتے بلکہ اظہار حقیقت کے ساتھ ساتھ ان کو تنبیہ بھی مدنظر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی اپنے اشد ترین مخالفوں اور معاندین کو یوں فرمایا:-

"اس زمانہ کے برے اور زناکار لوگ (مجھ سے) نشان طلب کرتے ہیں"۔ (متی باب ۱۶ آیت نمبر ۴)

پھر فرمایا۔ "اے سانپ کے بچو" (متی باب ۱۲ آیت نمبر ۳۴)

"اے سانپو۔ اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے"۔ (متی باب ۲۳ آیت نمبر ۳۴)

یہ سب باتیں بطور گالی نہیں بلکہ اظہار واقعہ اور بطور تنبیہ ہیں۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی اس قسم کا الزام لگایا گیا۔ چنانچہ تاریخ میں آتا ہے:-

"اشراف قریش ابوسفیان کی معیت میں ابو طالب کے پاس پہونچے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کی مذمت اور ہمارے دین پر اعتراض کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہماری عقل پر ہنستا اور ہمارے بزرگوں کو گمراہ خیال کرتا ہے۔ اسے سمجھا دیجئے کہ ہم سے تعرض نہ کرے۔ یا پھر اسے ہمارے حوالے کر دیجئے ہم خود اس سے نپٹ لیں گے"۔

("سیرت الرسول صفحہ ۱۸۸" از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اردو ترجمہ مولانا محمد وارث کامل مطبوعہ گارڈن پریس، لاہور بار دوم ۱۹۶۱)

قرآنی اسلوب کے مطابق اپنے محل پر مظلوم کی طرف سے جواباً سخت الفاظ استعمال کرنا بعض اوقات جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم" (سورۃ نساء آیت نمبر ۱۴۸)

یعنی اللہ تعالیٰ بری بات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتا ہاں مگر جن پر ظلم کیا گیا ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اپنے مظلومیت کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

"مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی۔

لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام تحریر میں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے جواب میں کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ اس کا ثبوت اس مقابلہ سے ہوتا ہے جو میں نے اپنی کتابوں اور مخالفوں کی کتابوں کے سخت الفاظ اکٹھے کرکے کتاب مسل مقدمہ مطبوعہ کے ساتھ شامل کئے ہیں۔ جس کا نام میں نے کتاب البریہ رکھا ہے اور بایں ہمہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ ابتداء سختی کی مخالفوں کی طرف سے ہے اور میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کرسکتا تھا۔ لیکن دو مصلحت کے سبب میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا۔ اول:۔ یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پاکر اپنی روش بدلالیں اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم:۔ یہ کہ مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں۔ اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پاکر اپنی پرجوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھالیں کہ اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی سے جواب ان کو مل گیا"۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۱)

اعتراض:۔ کتاب ایک غلطی کا ازالہ کی عبارت "حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں" پر معترض نے اعتراض کیا ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت فاطمہؓ کی توہین کی ہے۔

جواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کشف:۔ "ایک نہایت ہی روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشہ سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یکدفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علی و حسنین و فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۰۳)

کشف کی حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مادر مہربان اور اپنے آپ کو فرزند اور بیٹے کی حقیقت دیتے ہوئے خود اپنے اس کشف کی حقیقت کو ظاہر فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:-

1-1 "میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میرا سر بیٹوں کی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے ران پر ہے"۔
(نزول المسیح حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۴۹)

2- "حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں"۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۹)

3- حضرت فاطمہؓ نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ بھی کئی بزرگوں نے آپ کی طرح کے کشوف و خواب دیکھے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف سے توہین لازم آتی ہے تو پھر یہ بزرگ اور اولیاء سلف بھی آپ کے ساتھ شامل اور مرتکب توہین قرار پائیں گے۔

بزرگان سلف

1- حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ:-

"رایت فی المنام کانی فی حجر عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا وانا ارضع ثدیہا الایمن ثم اخرجت ثدیہا الایسر فرضعتہ" یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت عائشہ کی گود میں ہوں اور ان کے دائیں پستان کو چوس رہا ہوں پھر میں نے بایاں پستان باہر نکالا اور اس کو چوسا۔ (قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷ ترجمہ اردو صفحہ ۱۸۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

2- حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید نے مشہور بزرگ حضرت سید احمد بریلوی کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "ایک دن جناب ولایت ماب نے حضرت کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنھا کو خواب میں دیکھا پس جناب علی مرتضیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح سے شست و شوکی۔ جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو نہلاتے اور شست و شو کرتے ہیں اور جناب فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنھا نے نہایت عمدہ و نفیس قیمتی لباس اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو پہنایا"۔ (صراط المستقیم صفحہ ۱۷۶)

3- محمد علی صاحب اپنے مرشد قطب و غوث زماں مولانا فضل الرحمان کے خواب کے متعلق اپنی کتاب "ارشاد رحمانی و فضل یزدانی" (صفحہ ۵۸ مطبع فیض شاہ جہانپور) میں فرماتے ہیں کہ:-

"ایک شب حضرت عالی اس نیاز مند سے اپنے بعض واردات اور معاملات بیان فرماتے تھے ان میں ایک یہ ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت علی ﷺ فرمانے لگے کہ ہمارے گھر میں جاؤ مجھے

جاتے ہوئے شرم آئی اس لئے تامل کیا حضرت نے مکرر فرمایا کہ جاؤ ہم کہتے ہیں میں گیا اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف رکھتی تھیں آپ نے سینہ مبارک بالکل کھول کر مجھے سینہ سے لگالیا اور بہت پیار کیا"۔ (درویش پریس دہلی کے صفحہ ۵۰ پر یہی عبارت ہے)

پس نہ یہ بزرگ اپنے خوابوں کی بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں، اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کشف سے کسی قسم کی توہین لازم آتی ہے۔ کیونکہ کشف ہمیشہ تعبیر طلب ہوتے ہیں جیسا قرآن کریم میں حضرت یوسف سورج، چاند اور گیارہ ستارے دیکھنا کہ وہ حضرت یوسفؑ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ظاہر پرست تو اس پر بھی اعتراض کر سکتا ہے لیکن تعبیر پر کوئی اعتراض نہیں۔

اعتراض :- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو "ذریتہ البغایا" کہا ہے۔

جواب :- "کل مسلم یقبلنی و یصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸ مطبوعہ ریاض ہند)

یہی لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اور جگہ پر بیان فرمایا اور اس کا ترجمہ بھی خود فرمایا۔

اذیتنی خبثا فلست بصادق
ان لم تمت بالخزی یابن بغاء

(انجام آتھم صفحہ ۲۸۲)

یعنی خباثت سے تو نے مجھے ایذاء دی ہے پس اگر اب تو رسوائی سے ہلاک نہ ہوا تو میں اپنے دعویٰ میں سچا نہ ٹھہروں گا۔ "اے سرکش انسان" (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۷ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

ذریتہ البغایا کے الفاظ انہی معنوں میں حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے بھی استعمال فرمائے ہیں چنانچہ ابو حمزہ سے مروی ہے:-

"عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ان بعض اصحابنا یفترون و یقذفون من خالفھم۔ فقال الکف عنھم اجمل ثم قال واللہ یا ابا حمزۃ ان الناس کلھم اولاد البغایا۔ ما خلا شیعتنا" (فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ مطبوعہ نو لکشور صفحہ ۱۳۵)

"میں نے امام باقر علیہ السلام سے کہا کہ بعض لوگ اپنے مخالفین پر افتراء باندھتے ہیں اور بہتان لگاتے ہیں آپ نے فرمایا۔ ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا اچھا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ خدا کی قسم ہمارے گروہ کے علاوہ باقی تمام لوگ اولاد بغایا ہیں (یعنی دشمنان اہل بیت سرکش

ہیں)"

اسکی وضاحت اخبار مجاہد لاہور ۳- مارچ ۱۹۳۶ء یوں بیان کرتا ہے- "ولد البغایا- ابن الحرام- ولد الحرام- ابن الحلال- بنت الحلال وغیرہ یہ سب عرب کا اور ساری دنیا کا محاورہ ہے- جو شخص نیکو کاری کو ترک کرکے بدکاری کی طرف جاتا ہے اسکو باوجودیکہ اسکے حسب ونسب درست ہو صرف اعمال کی وجہ سے ابن الحرام- ولد الحرام کہتے ہیں- اندریں حالات امام علیہ السلام کا اپنے مخالفین کو اولاد بغایا کہنا بجا اور درست ہے-

اخبار مجاہد لاہور ۳- مارچ ۱۹۳۹ء

لغت کے اعتبار سے ذریتہ البغایا کا مفہوم

1- "البغیة فی الولد نقیض الرشد و یقال ھو ابن بغیة" (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۴۰)
یعنی کسی کو ابن بغیہ کہنا سے مراد یہ ہے کہ وہ ہدایت سے دور ہے- روحانیت سے عاری ہے کیونکہ یہ رشد کی نقیض ہے-

2- "مقدمة الجیش" (تکون قبل و رو د الجیش) (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۴۰) ہر اول دستہ
یعنی ایسے لوگ جو اپنے آپ کو پیشوا سمجھتے ہیں- یعنی مولوی لوگ (۳) اسی طرح نیزے کی انی بھی مراد ہے- یعنی ایسے مخالفین جو لیڈر ہیں اور مخالفت میں پیش پیش ہیں- اس طرف آنحضور ﷺ نے ایک حدیث میں اشارہ فرمایا ہے-

"علماء ھم شر من تحت ادیم السماء"

(مشکوۃ جلد اکتاب العلم الفصل الثالث صفحہ ۳۸ ، مطبع احمدی لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ان میں نیک فطرت لوگ موجود ہیں- اس لئے سارے لوگ کس طرح مراد ہو سکتے ہیں- آپ فرماتے ہیں:- "ہر ایک جو سعید ہو گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور میری طرف کھینچا جائے گا"- (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۷۴)

"سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے" پھر فرماتے ہیں:- (ایام الصلح ٹائٹل پیج صفحہ ۲)

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

زیر بحث عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام سے ہے اور خود حضور نے اس کا ترجمہ بھی بیان فرمایا ہے- چنانچہ ذریتہ البغایا کی تشریح میں بیان فرمایا- "الذین طبع اللہ علی قلوبھم" یعنی ذریتہ البغایا کے وہ لوگ مراد ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے اور حق کو قبول نہ کرنے اور مخالفت میں حد سے زیادہ بڑھ جانے والے باغی، سرکش لوگ نہ کہ کنچنیوں کی

اولاد۔

اعتراض

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب انجام آتھم سے یہ حوالہ "آپ کا (یعنی حضرت عیسیٰ کا) خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا"۔ درج کر کے آپ پر توہین مسیح علیہ السلام کے مرتکب ہونے کا الزام لگایا ہے۔

الزامی جواب

1 "هذا ما كتبنا من الاناجيل على سبيل الالزام وانا نكرم المسيح ونعلم انه كان تقيا ومن الانبياء الكرام" (البلاغ صفحہ ۷۹ از حضرت مسیح موعود)

یعنی ہم نے یہ سب باتیں از روئے اناجیل بطور الزام خصم لکھی ہیں ورنہ ہم تو مسیحؑ کی عزت کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھے۔

2- "ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں"۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۸)

3- ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان مقدس کا بہرحال لحاظ ہے...... سخت الفاظ کے عوض میں ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی سخت مجبوری سے"۔ (مکتوبات احمد جلد ۳ صفحہ ۱۴)

4- "عیسائی لوگ در حقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے...... بلکہ ایک شخص یسوع کو مانتے ہیں...... اور کہتے ہیں اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا...... پڑھنے والوں کو چاہئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات یسوع کے متعلق لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام ونشان نہیں"

(آریہ دھرم ٹائیٹل پیج آخر)

5- "ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی مسیح مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ بن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں"۔

(تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۶۴، ۶۵)

6- موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں- سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں"- (کشتی نوح صفحہ ۲۵۰)

سید آل حسن نے بھی عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

7- "ذرا اپنے گریباں میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کے نسبت مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو- (استفسار بحوالہ مقدمہ بہاولپور صفحہ ۱۳۴)

پادری عماد الدین کا اقرار

"راحاب تو کسبی تھی اور تمر بھی حرام کار تھی بنت سبع بھی بدکار تھی اس نے داؤد سے زنا کیا" (انجیل متی کی تفسیر صفحہ ۷)

بائبل کا بیان

1- یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کی جن دادیوں، نانیوں کو (جو آپ کے نسب نامہ میں درج ہیں) زناکار قرار دیا ہے- ان کا ذکر بائبل میں مختلف مقامات پر آیا ہے- مثلاً (ا) تمر کے ہاں اپنے خسر یہوداہ کے ساتھ مباشرت سے دو بیٹے (توام) زارح اور فارص پیدا ہوئے"- (پیدائش ۱۸، ۳۰-۲۸ : ۳۸)

2- "راحاب ایک کسبی عورت تھی جس کے ہاں جاسوس چھپے تھے"- (یشوع ۱ : ۲)

3- "بنت سبع العام کی بیٹی اور حتی اوریاہ کی بیوی تھی داؤد نے اس سے صحبت کی اور وہ حاملہ ہو گئی- اور پھر اس کے خاوند کو ایک جنگ میں مروا دیا اور اس کی بیوی کو اپنے گھر لے آیا"- (۲ سموئیل ۲۷-۲۵ : ۱۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر پے در پے گندے حملوں اور گالیوں سے تنگ آ کر الزامی جواب والا طریق اختیار کیا- اور ان کی ہی کتب سے ان کا چہرہ دکھایا آپ فرماتے ہیں:-

یہ طریق ہم نے چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے- (نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۳)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو ان کا چہرہ ان کے آئینے میں دکھایا ہے اور نقل کفر کفر نہ باشد-